نام کتاب	:	سیرت بانی دارالعلوم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی حیات وخدمات پر ایک سرسری جائزہ
مصنف	:	علامہ سیّد مناظر احسن گیلانی
مرتب	:	محمد عامر قمر
ناشر	:	مجلس یادگار گیلانی۔ ڈی۔ ۴۸، گلی نمبر ۳، سیکٹر ۲۔۱/۱۱، اورنگی ٹاؤن، کراچی۔
اشاعت اوّل	:	۱۹۹۹ء۔
صفحات	:	۱۳۳
قیمت	:	۸۰ روپے
تبصرہ نگار	:	ڈاکٹر عبدالرحیم اشرف بلوچ ☆

افغانستان میں طالبان کی حکومت کے قیام پر ایک تبصرہ میں بی بی سی نے اسے دارالعلوم دیوبند کی طویل علمی و دینی جدوجہد کا سیاسی ثمر قرار دیتے ہوئے ایک بہت بڑی کامیابی سے تعبیر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی بصیرت و فراست نے اس حقیقت کا بخوبی ادراک کر لیا تھا کہ اگر پورے ہندوستان میں اسلامی مدارس کا جال نہ بچھایا گیا تو برصغیر میں بھی اسلام اور مسلمانوں کا وہی حشر ہو سکتا ہے جو اندلس میں اسلام اور مسلمانوں کا ہوا۔

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے الفاظ میں حضرت حجۃ الاسلام کے سامنے جب دیوبند میں ایک جامع مسجد کی بنیاد رکھنے کی تجویز پیش ہوئی، جس کے لیے وہاں کے لوگوں نے

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

چندہ کر کے ایک معقول رقم بھی جمع کر لی تھی، تو حضرت نانوتویؒ نے فرمایا: "بھائی تمہارے قصبہ میں مسجدیں سو سے اوپر موجود ہیں۔ اگر جمعہ کئی مسجدوں میں ہوتا ہے تو کوئی گناہ تھوڑا ہی ہے"۔ اس پر لوگوں کو کچھ مایوسی ہوئی۔۔۔۔ تو آپ نے فرمایا: "کوئی بڑا کام کرو۔ دیوبند میں مسجدیں تو بہتیری ہیں۔ اگر ایک مسجد اور بڑھالی تو کیا ہوا۔ سعی اس کی کرو کہ نماز پڑھنے والے اور نمازی بنانے والے پیدا ہوں جن سے مساجد کی آبادی اور دین کی ترقی ہو"۔ اس پر پھر لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ذرا اور واضح فرمایئے۔ فرمایا: "اگر آپ مسجد بناتے ہیں تو بنائیں لیکن آج حقیقی ضرورت مدرسہ بنانے کی ہے جس سے نماز اور دین کے احکام بتلانے والے پیدا ہوں"۔

حضرت قاری طیبؒ کے روایت کردہ حضرت حجۃ الاسلام کے ان سادہ الفاظ میں جو درد دل، گہری بصیرت اور دوراندیشی پوشیدہ ہے اسے گزشتہ سوا سو سال کی تاریخ نے روز روشن کی طرح عیاں کر دیا ہے۔

حضرت نانوتویؒ کو اس حقیقت کا جس شدت سے ادراک تھا اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ آپ نے صرف دارالعلوم دیوبند کی تاسیس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ برصغیر میں متعدد مدارس آپ کی سعی و کاوشوں کے نتیجہ میں معرض وجود میں آئے اور انوار اسلام کی ضوفشانی کا باعث بنے۔ تاہم دارالعلوم دیوبند نے اس سلسلہ میں جو کردار ادا کیا اس کی نظیر پورے عالم اسلام میں نہیں مل سکتی۔ کیونکہ بقول قاری محمد طیبؒ: "دارالعلوم دیوبند محض ایک درس گاہ ہی نہیں بلکہ ایک خاص مکتب خیال ہے جس کے انداز فکر و نظر کا ایک خاص ممتاز رنگ ہے اور وہ بانی ہی سے منتقل ہو کر اس کی اینٹ اینٹ میں سمایا ہوا ہے۔ اس لیے دارالعلوم کے نام سے اس خاص مکتب خیال کا ذکر اس وقت تک مکمل قابل تعارف اور نمایاں نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کے پروردہ افراد اس رنگ کو اس وقت تک اپنے اندر جوں کا توں محفوظ رکھ سکتے ہیں جب تک کہ اسے اس کے بانی کی طرف نسبت دے کر معروف و متعارف نہ کراتے رہیں"۔

اس عظیم درس گاہ کے عظیم بانی کی سیرت وافکار سے واقفیت اسلام اور تاریخ کے ہر طالب اور عالم کے لیے اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس سے شعبہ قارہ میں اسلام کی بقاء اور مسلمانوں کی علمی، دینی، اور ثقافتی ترقی و تقدم کے راز سے پردے اٹھ سکتے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب علامہ سیّد مناظر احسن گیلانی کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے جو مجلہ دارالعلوم کے ابتدائی شماروں میں قسط وار مقالات کی صورت میں جلوہ گر ہوتے رہے۔ ان میں حضرت نانوتویؒ کی سیرت و کردار کی چند ایسی جھلکیاں دکھائی گئی ہیں جن سے موجودہ دور پر آشوب میں، حضرت کے افکار و خیالات میں جو وسعت و کشادگی اور رویوں میں جو لچک اور رواداری پائی جاتی تھی، سے استفادہ کر کے بہت کچھ سیکھا اور سکھایا جا سکتا ہے۔ اس کتاب کے مرتب نے کتاب کے شروع میں حضرت قاری محمد طیبؒ کا ایک مقالہ شامل کر کے اس کی افادیت میں چنداں اضافہ کر دیا ہے۔

اگرچہ یہ کتاب قاری کو علامہ گیلانیؒ کی کتاب سوانح قاسمی کے مطالعہ سے مستغنی نہیں کر پاتی اور وہ تشنگی دور نہیں ہوتی جو اس کتاب کے پڑھنے سے سوا ہو جاتی ہے تاہم یہ کتاب سیرت نانوتویؒ کے بعض گوشے وا کرنے کے لیے یقیناً ایک مفید اور قابل قدر اضافہ ہے۔ کتاب کے ہر باب کے آخر میں مفید حواشی کا اضافہ بہت سی مبہمات اور اشاروں کو سلجھانے کا باعث اور بعض مفید معلومات پر مشتمل ہیں۔

کتاب میں بعض مقامات پر کتابت کی بعض غلطیاں رہ گئی ہیں جنہیں آئندہ اشاعت میں درست کیا جانا چاہیے۔ ہم اس علمی کاوش کو لوگوں کے لیے قابل رسائی بنانے پر مجلس یادگار گیلانی اور اس کتاب کے مرتب محمد عامر قمر کی کوششوں کو سراہتے ہوئے ان کے لیے توفیق الٰہی کے لیے دعاگو ہیں۔